بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ملا ازم اور مولانا حسرت موہانی

مولانا حسرت موہانی ہندوستانی مسلمانوں کے محبوب اور مخلص رہنما ہیں کسی شخص کو اُن کی سیاسی رائے سے کتنا ہی اختلاف ہو لیکن وہ اُن کے جذبۂ ایثار و جفاکشی، اور خلوص و فداکاری سے انکار نہیں کرسکتا۔ جن لوگوں کو چکی کی مشقت "کے ساتھ حسرت کی "مشقِ سخن" کا علم ہے، وہ اُن کی دیانت پر شُبہ کرنے کی جسارت مشکل سے ہی کرسکتے ہیں۔ آپ ابھی انگلستان گئے تھے، چند ماہ کے قیام کے بعد ہندوستان کے لیے جو نئی سوغات لے کر آئے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ اپنی متعدد تقریروں میں "ملا ازم" کے ختم کردینے کا اعلان کرچکے ہیں، اور اس مقصد کے لیے آپ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک باقاعدہ پروگرام بنائیں گے، اور ملک کو اُس کے قبول کرنے کی دعوت دینگے۔

انگلستان سے واپسی کے بعد توقع تھی کہ مولانا موجودہ یورپ کی پیچیدہ سیاسیات پر بسط و تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالینگے، اپنے ذاتی مشاہدات بیان کرینگے، ان سیاسیات کا ہندوستان پر کیا اثر پڑنے والا ہے، اور ہندوستان کس طرح ان اثرات سے عہدہ برا ہوسکتا ہے۔ ان سوالات کا اطمینان بخش جواب دے کر ظلمتکدۂ ہند کے غریب مسلمانوں کے لیے کوئی "آبِ حیات" تجویز کرینگے۔

لیکن افسوس ہے کہ توقع کے خلاف ان سوالات میں سے کسی ایک بات کا بھی تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا، اور عمیق غور و فکر کے بعد فرمایا بھی تو وہی جس کی تائید ہمارے پر جوش قائدین قوم اور اسلامی حقوق و کلچر کے مدعیان صادق کر رہے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ مولانا نے یہ الفاظ کہتے وقت آئینہ میں اپنی صورت نہ دیکھ لی۔ ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ آج کل کی اصطلاح میں وہ خود بھی ایک "ملا" سے کم نہیں ہیں۔

مسلمانانِ ہند کی بدنصیبی ہے کہ ہمارے زعمائے ملت جن کے اخلاص میں کسی کو شبہ نہیں ہوتا وہ بھی مسلمانوں کی ترقی اور اصلاح کے لیے کوئی قدم اُٹھاتے ہیں تو وہ تعمیری کی بجائے تخریبی ہی ہوتا ہے۔ انہیں تصویر کا صرف ایک ہی رُخ نظر آتا ہے۔ دوسرے رخ سے صرفِ نظر کر کے وہ ایک قطعی فیصلہ کر بیٹھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اُس کے دوررس اثرات کیا ہو سکتے ہیں اُن کی مثال اُس ناتجربہ کار ڈاکٹر یا جراح کی ہے جس نے آپریشن کا طریقہ تو معلوم کر لیا ہے لیکن یہ نہیں سیکھا کہ آپریشن کس وقت اور کس چیز پر کرنا چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ "ملا ازم" سے آپ کی مُراد کیا ہے؟ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے دین کی تعلیم حاصل کی ہے اور وہ علماء کی سی وضع قطع رکھتا ہے خواہ وہ علماءِ خیر میں داخل ہو یا علماءِ شر میں اُس کو بہر حال خدا کی اس وسیع سرزمین سے مٹ جانا چاہیے۔ اور کوئی شخص بھی ایسا نہ رہنا چاہیے جو قرآن و حدیث کو جانتا ہو، شرعی مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہو اور اس بناء پر "مولوی" کہلاتا ہو۔ تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ آپ زبان سے "ملا ازم" کہتے ہیں، لیکن درا صل آپ کی مُراد دین و مذہب، اُس کی تعلیمات اور اس کے مسائل و اصول ہیں۔ آپ "ملا ازم" کو نہیں بلکہ دین کو مٹانا اور شریعت کا چراغ خود اپنی پھونکوں سے گل کرنا چاہتے ہیں

تمام مسلمانوں میں یہی ایک غریب طبقہ ہے جو علم دین پڑھتا پڑھاتا اور اُس کے لیے اپنی زندگی کے عیش و آرام کو قربان کرتا ہے، ورنہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ خود علم دین کی تعلیم حاصل کریں، اور اُس کی حفاظت و بقا، نشر و اشاعت اور تبلیغ و توسیع کی خدمات انجام دیں اگر آپ کا مدعا یہ ہے تو آپ کو صاف صاف اس کا اعلان کر دینا چاہیے، تاکہ سیدھے سادے مسلمان دھوکے میں نہ رہیں اور سمجھ جائیں کہ آپ نے اُن کے ہاتھ میں جو کدال دی ہے اُس کی زد "ملاازم" پر نہیں بلکہ براہِ راست دین پر پڑنے والی ہے۔ پھر وہ اپنی راہ خود بخود متعین کرلینگے من شاء فلیومن و من شاء فلیکفر۔

اگر آپ کی مُراد ملاازم سے یہ نہیں بلکہ مخصوص علماء سو ہیں، تو ہم آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ علماء سو کے فتنہ و شر سے جس قدر ہم واقف ہیں آپ نہیں ہیں، اور اس لیے ہم ایک لمحہ کے لیے بھی اس طبقہ کی حمایت اور تائید نہیں کرسکتے۔ لیکن کوئی عملی اقدام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ علماء سو کی تشخیص و تعیین کردی جائے، اُن کے اوصاف و خصائص بیان کردیے جائیں اور اُن کی علامتوں پر غور کرلیا جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں آپ ہر اُس عالمِ دین کو علماءِ سو میں سے نہ سمجھ رہے ہوں جو کسی مسئلہ میں آپ کے ساتھ اختلاف رائے رکھتا ہو، اور اُس نے جس چیز کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی بصیرت کے مطابق حق سمجھا ہو اُس کے لیے وہ ہر ممکن سے ممکن قربانی میں بھی دریغ نہ کرتا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہے تو کہا جائیگا، آپ غلط راستہ پر ہیں۔ آپ میں خود قوت برداشت نہیں ہے اور آپ اپنے سوا ہر ایک شخص کو جو آپ سے اختلاف رائے رکھتا ہے باطل پرست سمجھتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اُس کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں یعنی علماء سو کے جو واقعی اوصاف ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ فلاں شخص میں پائے جاتے ہیں اور اس بنا پر

آپ اس کو دشمن اسلام قرار دیتے ہیں لیکن اس مرحلہ پر ضروری ہے کہ آپ پہلے خود اس کے حالات کی تحقیق کرلیں محض سنی سنائی باتوں پر قناعت کرکے نہ بیٹھ جائیں کہ "ان بعض الظن اثم" پھر جب آپ کو تحقیق ہو جائے کہ واقعی آپ غلط فہمی میں نہیں ہیں، اور وہ شخص عالم دین ہو کر دنیوی عزت و وجاہت کی خاطر دین کے مقاصد کو پامال کرتا ہے، امرا اور روسار کے استرضا کے لیے قرآن کی آیتوں میں تاویلیں کرتا ہے اور اپنے ذاتی مفاد کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کے جماعتی نقصان کی پروا نہیں کرتا۔ تو بے شبہ اب آپ کو حق ہے کہ اس کو عالم سو قرار دیں، اس کی شدید سے شدید مخالفت کریں اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو صفحۂ ارض سے نیست و نابود کر دینے کی انتہائی کوشش کریں۔ اس وقت آپ کا بغض بغض فی اللہ ہوگا، اور یقیناً اس پر آپ کو خدائے جل وعلا کی طرف سے اجر جزیل ملیگا۔

لیکن اس مرحلہ پر پہنچ کر آپ کو سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرنا ہوگا کہ ایسے شریر لوگوں کو مٹانے کی صورت کیا ہونی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علماءِ خیر جن کا وجود دین کے بقار کے لیے ایسا ہی ضروری ہے جیسا دن کی روشنی کے لیے آفتاب کا وجود۔ وہ بھی اُن کی زد میں آجائیں اور پھر آپ کو "درازدستیِ قاتل" کا شکوہ سنج ہونا پڑے۔ مولانا حسرت موہانی کو ہم جانتے ہیں نہایت راسخ العقیدہ مسلمان ہیں، نماز، روزہ کے پابند ہیں، متعدد حج کر آئے ہیں۔ وضع قطع بھی بالکل اسلامی رکھتے ہیں، اس لیے اُن کے اور اُن جیسے دوسرے مسلمانوں کے دل میں ایک لحظہ کے لیے بھی دین، یا علما رخیر کی مخالفت و عداوت کا جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج ہندستان کے مختلف گوشوں سے جو آمنٹی ملاازم کے نام سے آوازیں اُٹھ رہی ہیں اُن میں خلوص و دینداری اور للّٰہیت بالکل نہیں ہے۔ وہ عالم خیر یا عالم سو، کی تفریق نہیں کرتے۔ وہ جماعتِ علما کے وجود

کو ہی نہ صرف غیرضروری بلکہ نقصان رساں سمجھتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو دیکھنا نہیں چاہتے جو بات بات پر قال اللہ اور قال الرسول کہتے ہوں اور جو اپنی وضع قطع اور صورت شکل سے پرانے زمانہ کے مسلمان معلوم ہوتے ہیں۔ اگر مولانا حسرت موہانی ایسے مخلص قوم نے اس جماعت کا تعاون حاصل کرکے کوئی عملی قدم اُٹھایا تو وہ یقیناً اسلام کے لیے، مسلمانوں کے لیے اور شریعت غرا کی عزت و حرمت کے لیے انتہائی مضرت رساں قدم ہوگا۔

اس گذارش کے بعد ہم پھر ایک مرتبہ علماء کرام سے یہ عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ملک میں اس وقت اُن کے خلاف جو سازشیں ہورہی ہیں اُن کو اس سے بے خبر نہ رہنا چاہیے۔ اُن سازشوں کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ علماء اپنی اصلاح کرکے اپنے وجود کی ضرورت تسلیم کرائیں، اور یہ ثابت کردیں کہ مسلمان جب تک مسلمان ہے ہر قسم کے دینی و دنیوی معاملہ میں اُن کی رہنمائی و پیشوائی کا محتاج ہے۔ ورنہ اگر جمود و خمود کا عالم یہی رہا، اور وقت ناشناسی کی مصیبت اسی طرح طاری رہی تو عجب نہیں کہ دشمنوں کی سازشیں کارگر ہوجائیں۔ اور پھر اسلام کا ایک صحیح منادی و مبلغ بھی کہیں ڈھونڈھنے سے دستیاب نہ ہو۔

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا — اُٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی

جہاں تک روشن خیال علماء کا تعلق ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ اب خود ان ضرورتوں کو محسوس کررہے ہیں اور اُن کے مطابق اپنے متعلقہ مدارس میں اصلاحات نافذ کرنی چاہتے ہیں، لیکن دشواری یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے جس سازوسامان کی اور جتنے سرمایہ کی ضرورت ہے وہ ان کے پاس نہیں ہے۔ قوم کے پختہ ایمان متمول حضرات اگر مدارس عربیہ کو اپنی اصلاح یافتہ شکل کے ساتھ زندہ

دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور واقعی وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملک وملت کی اصلاح و فلاح کے لیے صحیح علماء کا وجود ضروری ہے، تو اُن کا فرض ہے کہ وہ علماء کی اس کارِ خیر میں بیش از بیش امداد کریں اگر بنارس کی ہندو یونیورسٹی گیارہ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرسکتی ہے، اور تین لاکھ کے علاوہ جو اُسے گورنمنٹ سے بطور امداد ملتا ہے، آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کی فراہمی اس کیلئے خود ہندو قوم کرسکتی ہے تو کیا مسلمانوں کی ایک دینی مرکزی درسگاہ کے لیے مسلمان ایک لاکھ روپیہ سالانہ کا بھی بندوبست نہیں کرسکتے۔

مرکزی سیرت کمیٹی پٹی

قاضی عبدالمجید صاحب قریشی کئی سال سے مرکزی سیرت کمیٹی کے نام سے ایک تحریک چلا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ اور درس قرآنی کے عنوان سے چھوٹے چھوٹے رسالے اور ٹریکٹ بھی شائع کرتے رہتے ہیں اور سال کے چند دنوں میں جا بجا سیرت کے جلسے منعقد کرانے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس گئی گذری حالت میں بھی آپ فداہ روحی فداہ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ایسی والہانہ عقیدت ہے کہ وہ ہر اُس تحریک پر جو آپ کے نام مبارک سے شروع کی جائے بے دریغ لبیک کہہ بیٹھتے اور اُس کا پُرتپاک خیر مقدم کرتے ہیں چنانچہ اُنھوں نے قریشی صاحب کی اس تحریک میں بھی بڑی گرمجوشی کے ساتھ حصّہ لیا، اور اس میں شریک ہونے کو اپنے لیے سرمایۂ سعادت جانا۔ یہی وجہ ہے کہ عام تحریکوں کی طرح اس تحریک کو تنگدستی و تہی دامنی کا شکوہ نہیں ہے، بلکہ اس کے نام سے قریشی صاحب کے پاس کثیر سرمایہ جمع ہے اور متعدد مکانات ہیں۔

شخصی اقتدار و زعامت میں جو نقصانات ہیں اُن سے محفوظ رہنے کے لیے ہی اسلام نے أمرھم شوریٰ بینھم کے مطابق مسلمانوں کے تمام اجتماعی کاموں کو جمہوری اصول پر چلانے